معاشرتی برائیوں کے خلاف جہاد اور ہماری ذمہ داریاں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ / نومبر ۱۹۸۲ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۫ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

(الاعراف:۱۵۸)

اور پھر فرمایا:

میں نے ایک گزشتہ خطبہ جمعہ میں قرآن کریم کی اس آیت کے مضمون کی طرف توجہ دلائی تھی جس میں دنیا کی زندگی کا تجزیہ پیش فرمایا گیا ہے اور یہ بیان کیا تھا کہ دنیا کی اسی زندگی کے استعمال سے اور اس میں دلچسپی لینے سے دو بالکل مختلف نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ عذاب شدید کا نتیجہ بھی جو دنیا و آخرت

دونوں سے تعلق رکھتا ہے اور مغفرت اور رضوان کا نتیجہ بھی جو دنیا و آخرت دونوں سے تعلق رکھتا ہے۔

مغفرت اور رضوان کا وہ نیک انجام کیسے حاصل کیا جائے اور آنحضرت ﷺ نے ہمیں اس مغفرت اور رضوان کو حاصل کرنے کے سلسلہ میں کیا سعی فرمائی، اس کا ذکر اس آیت میں ملتا ہے جو میں نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ یعنی دنیا کی زندگی کے تمام بد پہلوؤں سے بچنے کا بہترین ذریعہ کیا ہے، اس کا پہلا حصہ قرآن کریم یہ بیان فرماتا ہے وہی لوگ ہیں جو زندگی کے بد پہلوؤں سے بچ کر اس کے نیک اور پاکیزہ پہلوؤں کو اختیار کرتے ہیں۔ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ وہی لوگ اس عظیم الشان مطلب کو پا جاتے ہیں جو نبی امی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرتے ہیں۔ جس نظر سے اس نے دنیا کو دیکھا۔ جس طرح اس نے دنیا میں رہ کر دنیا سے پاک زندگی بسر کی اور حیات روحانی کا ایک عظیم الشان نمونہ قائم فرمایا اگر تم اس رسولؐ کی پیروی کرو گے تو تم بھی دنیا کی ہر قسم کی بدی سے پاک رہو گے، اس کے شر سے بچے رہو گے اور اس کے نیک پہلوؤں سے استفادہ کرنے کے اہل قرار دیئے جاؤ گے۔

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی مساعی کا جو خلاصہ پیش کیا گیا ہے وہ یہ ہے يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ آپؐ ہمیشہ نیک کاموں کا حکم دیا کرتے تھے يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ اور برے کاموں سے اور بدیوں سے روکتے رہے۔ یعنی تمام زندگی آپؐ نے ہمیشہ نیک احکام جاری فرمائے اور برے کاموں سے روکا، اور اپنے ماننے والوں پر طیبات کو حلال کیا اور خبائث کو حرام قرار دیا۔ یعنی آپؐ کی تعلیم میں زندگی کے سارے اچھے پہلو موجود ہیں اور زندگی کے سارے بد پہلوؤں سے نجات بخشی گئی ہے۔ زندگی کے ہر مختلف شعبہ میں خواہ وہ ماکولات سے تعلق رکھتا ہو یعنی کھانے پینے کی چیزوں سے یا پہننے اوڑھنے سے یا معاشرہ سے۔ ہر پہلو میں طیبات بھی ملتی ہیں اور خبائث بھی ملتی ہیں ۔تو آنحضرت ﷺ کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ اپنے ماننے والوں پر یہ دونوں امور کھول دیتا ہے، کوئی لگی لپٹی باقی نہیں رکھی، کوئی مخفی راز نہیں رہنے دیا، زندگی کے تمام برے پہلوؤں سے خوب اچھی طرح آگاہ فرمادیا اور زندگی کے تمام اچھے پہلوؤں سے بھی خوب کھول کر آگاہ فرمادیا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ ان برائیوں سے بچنے میں ان کی مدد کی۔

چنانچہ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ میں ایک عجیب

نقشہ کھینچا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی مساعی محض تعلیم کی حد تک نہیں کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو بلکہ جہاں بوجھ اترنے کا سوال ہے یعنی وہ گندی عادتیں، وہ بدیاں جو انسان کو چمٹ جاتی ہیں، وہ محض تعلیم سے دور نہیں ہوا کرتیں حضرت محمد مصطفی ﷺ نے خود وہ عادات دور کروائی ہیں۔ کس طرح دور کروائیں اس مضمون کو قرآن کریم کئی دوسری جگہ بیان فرما رہا ہے۔ دعاؤں کے ذریعہ، اپنے پاک نمونہ کے ذریعہ، اپنی قوت قدسیہ کے ذریعہ جو دعا اور پاک نمونہ سے الگ ایک تیسری چیز ہے۔ یہ ایک ایسی روحانی قوت ہے جو نیک بندہ کو عطا کی جاتی ہے اور براہ راست اصلاح کرتی ہے جیسا کہ فرمایا يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ (الجمعۃ:۳) یعنی تعلیم وحکمت کتاب تو بعد کی باتیں ہیں یہ خدا تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کے ساتھ ساتھ ان کا تزکیہ نفس شروع کر دیتا ہے تو یہاں ضمیر يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ کی اُن لوگوں کی طرف نہیں پھیری جن پر بوجھ پڑے ہوئے ہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم سے مستفید ہو کر اپنے بوجھ اتار پھینکتے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا گیا۔ فرمایا محمد مصطفی ﷺ نیکیوں اور بدیوں کی راہوں کو خوب کھولنے کے بعد پھر اپنے ماننے والوں کی مدد فرماتے ہیں اور اپنی طرف سے اپنی کوشش اور جدوجہد سے ان کو پاک کرتے ہیں۔

(اس موقع پر بجلی کی رو بند ہو جانے پر جنریٹر چلانے میں تاخیر ہوگئی حضور نے محترم ناظر صاحب اصلاح وارشاد کو یہ ہدایت فرمائی کہ نیا بیٹری سسٹم فوری جاری کریں اور بجلی کی رو بند ہو جانے پر یہ متبادل انتظام فوری طور پر عمل میں آجایا کرے تاکہ جماعت کا قیمتی وقت ضائع نہ ہو۔ ناقل)

پس يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ میں جو نقشہ کھینچا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کتاب کے بعد اور اس کی حکمتیں بیان فرمانے کے بعد آنحضور ﷺ اپنی قوت قدسیہ کے ساتھ اور ذاتی مساعی کے نتیجہ میں قوم کو ان مصیبتوں سے نجات بخش رہے ہیں جن مصیبتوں میں وہ قوم خود صدیوں سے مبتلا ہے، اور یہ پہلو بہت ہی عظیم الشان حکمت کا پہلو ہے جو تمام مربیان کے لئے اختیار کرنا ضروری ہے۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم دنیا کی اصلاح کے لئے مقرر کئے گئے ہیں تو ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ دنیا کو صرف اس کی نیکیوں اور اس کی بدیوں کی راہوں سے آگاہ کر دیں اور پھر بے نیاز ہو کر بیٹھ جائیں کیونکہ دنیا کو نیکیوں اور بدیوں کی راہیں معلوم بھی ہوں تو وہ نہ بدیوں کی راہوں سے بچ سکتی ہے

نہ نیکیوں کی راہوں کو اختیار کر سکتی ہے۔ دنیا کی وہی کیفیت ہوتی ہے کہ:

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت اِدھر آتی نہیں
(دیوان غالبؔ)

یعنی مجھے تم کیا بتاتے ہو کہ بدی کی راہ کیا ہے اور نیکی کی راہ کیا ہے مجھے اس بات کا علم تو ہے لیکن طبیعت ادھر نہیں آتی۔ اب دنیا میں جتنے بھی Drug Addicts یعنی خطرناک نشوں کے عادی لوگ ہیں جو لاکھوں، کروڑوں، اربوں روپیہ ایسی زہریلی دواؤں پر خرچ کر رہے ہیں جن سے وقتی طور پر ان کو خمار آجاتا ہے، مستی آجاتی ہے۔ بعض دفعہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہلکے پھلکے ہوگئے ہیں اور اوپر اڑ رہے ہیں۔ اس قسم کی وقتی اور آنی جانی کیفیات ہیں جو وہ اپنے اوپر طاری کر لیتے ہیں۔ ان کو یہ خوب علم ہے کہ ان لوگوں کا کتنا خطرناک انجام ہوتا ہے۔ یا وہ پاگل ہو کر مَر جاتے ہیں یا ہزار قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان کے اعصاب ٹوٹ جاتے ہیں۔ وہ دوائیاں ان کو نہیں مل سکتیں پھر وہ جرائم میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بڑے بڑے بھیانک جرائم کرتے ہیں کہ کسی طرح وہ دوائی حاصل ہو جائے۔ یہ تو نہیں کہ ان کو علم نہیں ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں پر طبیعت ادھر نہیں آتی۔ طبیعت میں جو کجی پیدا ہو جاتی ہے یا بدی کی لذت پیدا ہو جاتی ہے وہ لذت ان کو برائیوں پر مجبور کرتی رہتی ہے۔

جماعت احمدیہ کو اس آیت نے یہ مضمون سکھایا کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ محض تعلیم کی حد تک نہیں رہے بلکہ ایک پاک نمونہ قائم کیا اور اس قوت قدسیہ سے کام لیا جو پاک نمونہ اور دعاؤں کے امتزاج سے پیدا ہوتی ہے جب آسمان سے دعا کی قبولیت ہوتی ہے اور پاک نمونہ انسانی اعمال کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہوتا ہے تو اس امتزاج کے نتیجہ میں ایک تیسری قوت پیدا ہو جاتی ہے جس کو قوت قدسیہ کہا جاتا ہے اس قوت قدسیہ کے بغیر دنیا میں کبھی کوئی پاک تبدیلی پیدا نہیں ہوئی نہ پیدا ہو سکتی ہے۔

تمام دنیا میں مختلف مذاہب آئے، ان کے اندر پاک تعلیمات موجود ہیں۔ یہ درست ہے کہ اسلام کے مقابل پر ان کی کوئی حالت نہیں۔ وہ بہت ادنیٰ، بہت کمزور اور ناقص تعلیم رکھنے والے مذاہب ہیں لیکن جتنے بھی ہیں ان میں نہایت پاکیزہ تعلیمات بھی موجود ہیں۔ مثلاً دنیا میں شاید ہی کوئی مذہب ہو یعنی آج کی دنیا میں بگڑی ہوئی شکل میں بھی شاید ہی کوئی مذہب ہو جس نے جھوٹ کی

تعلیم دی ہو یہ بدقسمتی ہے کہ نعوذباللہ من ذلک اسلام کی طرف اسلام کے ماننے والوں میں سے بعض نے یہ تعلیم منسوب کردی کہ بعض اوقات جھوٹ واجب ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ از حافظ رشید احمد گنگوہی ص 545) حالانکہ یہ ایک ایسی کریہہ المنظر چیز ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب کا آپ جائزہ لیں ان کی بگڑی ہوئی شکلوں میں بھی جھوٹ کی تعلیم نہیں ملتی۔ گو بعض حصوں میں ظلم کی تعلیم ملتی ہے لیکن بگڑی ہوئی صورت میں۔ لیکن ان کے ماخذ کا مطالعہ کریں تو وہاں ظلم کی تعلیم بھی نہیں ملتی۔ عدل ملتا ہے، انصاف ملتا ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت ملتی ہے، بنی نوع انسان سے پیار ملتا ہے۔ یہ وہ بنیادی چیزیں ہیں جو تمام مذاہب کا سرمایہ ہیں لیکن ان کے ماننے والوں میں کہاں پائی جاتی ہے۔ اگر آج ان نیک باتوں پر ہی دنیا کے مذاہب کے پیروکار عمل کرلیں تو چھوٹی جنت ہی سہی مگر دنیا جنت ضرور بن جائیگی۔ ویسی عظیم الشان جنت نہ سہی جو حضرت محمد مصطفی ﷺ کی تعلیم سے پیدا ہوتی ہے کچھ نہ کچھ جنت کے آثار ضرور ظاہر ہوں گے۔ اپنے اپنے دائرہ میں چھوٹی چھوٹی جنتیں ضرور بن جائیں گی۔ اسی لئے قرآن کریم ان قوموں کو جن کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی، مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اگر تم سچے ہو اور خلوص رکھتے ہو تو اس تعلیم پر تو عمل کرو جو تمہیں دی گئی تھی اگر وہ محض ناکارہ تعلیم ہوتی تو قرآن کریم یہ حکم کبھی نہ دیتا۔

پس ساری دنیا میں تعلیم موجود ہے۔ آج بھی وہی قرآن کریم ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلب صافی پر نازل ہوا تھا اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ تو تعلیم تو موجود ہے اس کی حکمتیں بھی موجود ہیں۔ احادیث میں موجود ہیں۔ قرآن کریم کی بعض آیات خود بعض دوسری آیات کی حکمتیں بیان کرتی ہیں۔ لیکن معاشرہ کا کیا حال ہے۔ اس کا انگ انگ دکھ رہا ہے۔ یہ ایسا بگڑا ہے کہ اس کی اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ وجود نہیں ہے جو يَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ کی رو سے خود محنت کر کے لوگوں کے بوجھ اتارتا تھا اور ان طوقوں سے نجات بخشتا تھا جو ان کی گردنوں میں پڑے ہوئے تھے۔

پس جماعت احمدیہ نے اگر مربی بننے کا حق ادا کرنا ہے تو اسے یہ مزید محنت کرنی پڑے گی اپنے اعمال کو پاک کرتے ہوئے، دعاؤں سے مدد مانگتے ہوئے وہ قوت اپنی ذات میں پیدا کرنی پڑے گی جو قوت بدیوں کو دور کیا کرتی ہے، محض تعلیم دور نہیں کیا کرتی۔

اگر چہ سارے معاشرے میں اصلاح کے لئے محنت کی ضرورت ہے لیکن مجھے اس وقت ان بدیوں کی فکر ہے جو جماعت احمدیہ کے اندر داخل ہو رہی ہیں۔ باقی دنیا کا کام بھی ہم نے ہی کرنا ہے لیکن پہلے اپنے بوجھ تو اتاریں، پہلے اپنی کمزوریاں تو دور کریں اس کے بعد ہم دنیا کو دعوت دیں گے کہ آؤ دیکھو! ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے وہ پاک معاشرہ قائم کر لیا ہے تم بھی ہمارے پیچھے آؤ اور اس جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اس آواز سے پہلے جو دنیا میں گویا ایک صلائے عام ہوگی، جو دنیا کے چاروں کونوں میں گونجے گی، احمدیت کو تیاری کرنی چاہئے۔ وقت کے ساتھ جو بدیاں دخل انداز ہو جاتی ہیں اگر ہم نے زندہ اور باشعور قوموں کی طرح ان کا مقابلہ نہ کیا تو پھر دنیا کے معلم نہیں بن سکتے پھر تو ہم پر وہی مثال صادق آئے گی کہ Physician Heel Thyself اے علاج کے دعویدار! پہلے اپنا تو علاج کر۔

ہمارے ایک احمدی دوست تھے ان کی گنج دور کرنے کی دوا بڑی مشہور تھی اور انہوں نے اس سے بہت کمایا۔ اور دنیا میں ایسے گنجے کم دیکھنے میں آتے ہیں جیسے وہ خود تھے یعنی بارڈر پر بھی بال نہیں تھے اور وہ پگڑی پہنے ہوئے اور سجے ہوئے بیٹھے گنج کا علاج کیا کرتے تھے۔ بڑی دور دور تک ان کی شہرت پائی جاتی تھی۔ تو جس نے ان کو نہیں دیکھا اور ان کے اشتہار پڑھے ہیں وہ تو بیچارا پیسے خرچ کر دیتا ہوگا بال اگیں یا نہ اگیں۔ لیکن جس نے ایسے طبیب کو دیکھا ہو وہ تو یہی کہے گا Physician Heel Thyself او میرے طبیب حاذق! پہلے اپنا تو علاج کر۔ تیرے سر پر تو ایک بال نہیں ہے تو ساری دنیا کو بال اگانے کی دعوت دے رہا ہے۔

پس یہی مثال ان قوموں پر صادق آتی ہے جو دنیا کی تعلیم و تربیت کے بلند دعاوی کرتی ہیں اور اپنے معاشرہ میں جو خرابیاں داخل ہو رہی ہوتی ہیں ان سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں۔ مجھے بڑی کثرت سے خط آتے ہیں جب کسی احمدی کو کوئی تکلیف ہوتی ہے ہماری بہن کو، ماں، کو بیٹی کو، بھائی کو، باپ کو، کسی کو بھی تکلیف ہوتی ہے تو وہ مجھے لکھتا ہے۔ چنانچہ روزانہ کثرت سے ایسے خط سامنے آتے ہیں جن سے معاشرہ کے دکھ معلوم ہوتے ہیں اور پتہ لگتا ہے کہ معاشرہ کس قدر مصیبت میں مبتلا ہے۔

جہاں تک بیرونی معاشرہ کا تعلق ہے مجھے یہ موازنہ ہرگز تسلی نہیں دے سکتا کہ ہم ان سے بہتر ہیں، ان سے چند حصے بہتر ہونا کوئی حقیقت نہیں رکھتا، میرے ذہن میں تو معیار ہے حضرت محمد

مصطفیٰ ﷺ کا اور اس معاشرہ کا جو آپ پیدا کرنا چاہتے تھے مگر اس سے ہم بہت پیچھے ہیں ۔ یہ ٹھیک ہے کہ بعض باتوں میں نیچے کی طرف نگاہ کرنی چاہئے تا کہ حسد پیدا نہ ہو مگر بعض باتوں میں اوپر کی طرف نگاہ کی جاتی ہے ۔ پس جہاں تک اسوۂ حسنہ کا تعلق ہے وہ ایک ہی ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا۔ ہمارے اپنے پیمانے ، ہماری ذاتی اصلاح کے پیمانے ، سب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیمانے پر جا کر ختم ہو جاتے ہیں ۔ وہی ایک کسوٹی ہے ۔ جب ہم معاشرہ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو بے انتہا بیماریاں اور دکھ اور تکلیفیں نظر آتی ہیں ۔ اس وقت دو تین بنیادی باتوں کی طرف میں جماعت احمدیہ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی فکر کریں ورنہ دنیا اور آخرت دونوں میں شدید نقصان اُٹھائیں گے ۔

جائیدادوں کی تقسیم کے جھگڑے ہیں ۔ مالی لین دین کے جھگڑے ہیں ۔ دو دوست شریک ہو جاتے ہیں ، بڑی محبت اور خوشی کے ساتھ آپس میں پیسے ڈال لیتے ہیں کہ چلو مل کر کام کریں ۔ چند دن تک بڑا پیارا ماحول رہتا ہے پھر کچھ دیر کے بعد اختلافات شروع ہو جاتے ہیں ۔ پھر بدظنیاں شروع ہو جاتی ہیں ۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ اچھا اب الگ ہو جاؤ ۔ الگ تو ہو جاتے ہیں لیکن شروع میں اعتماد کا جو دور تھا وہ ان کے لئے مصیبت بن جاتا ہے ۔ قرآن کریم تو فرماتا ہے چھوٹی بات ہو یا بڑی بات ہو مالی لین دین کو فَاكْتُبُوْهُ اس کو لکھ لیا کرو ۔ اس بات کو وہ بھلا دیتے ہیں اور ظاہری اعتماد جو شروع کا چلتا ہے اور بڑا پاکیزہ ماحول اور بھائی بہن بن جاتے ہیں ، گھروں میں آنے جانے شروع ہو گئے ، جی کہ مشترکہ کام شروع ہو گیا ہے اور قرآن کریم کی اس ہدایت کو کہ لین دین کو لکھ لیا کرو عملاً تخفیف کی نظر سے دیکھ رہے ہوتے ہیں زبانی باتوں پر چلتے ہیں ۔ جب اختلاف شروع ہوتے ہیں تو ساری زبانی باتیں یا تو بھول چکی ہوتی ہیں یا ایک شخص کو عمداً جھوٹ بولنے کا موقع مل جاتا ہے اور معاشرہ میں بہت بڑی مصیبت پیدا ہو جاتی ہے ۔ علیحدہ ہو رہے ہیں لیکن کوئی حساب کتاب نہیں ۔ کوئی کہتا ہے تم نے یوں کر لیا تھا کوئی کہتا تم نے یوں کر لیا تھا ۔ کوئی کہتا ہے تم نے زیادہ فائدے اُٹھائے تھے ۔ اگر اس وقت محبت کے نتیجہ میں وہ فائدے برداشت ہو رہے تھے تو اب پھر ان پر اعتراض کا حق نہیں ہے ۔ اور اگر وہ ایسے فائدے تھے جو قابل اعتراض تھے تو لین دین کے حساب میں اس کو شامل ہو جانا چاہئے تھا مگر یہ تفصیلات میرے ذہن میں نہیں ہیں میں تو صرف آپ کو مثالیں دے رہا ہوں کہ اس قسم کی باتوں میں قرآن کریم کی تعلیم سے انحراف کے نتیجہ میں بہت بڑے مصائب ہیں جو معاشرہ

میں داخل ہو گئے ہیں۔ لیکن جب اس سے آگے چلتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر بعض جھگڑالو لوگوں میں تقویٰ میں کمی ہے۔ بنیادی طور پر ان میں سچائی کی کمی ہے۔ کیونکہ اگر پورا تقویٰ موجود ہو اور سچائی کی عادت ہو تو کسی قسم کے اختلاف میں بھی تلخی نہیں ہو سکتی۔ اگر ایسی غلطی صرف ایک فریق سے ہوتی ہے تو دوسرا فریق اللہ تعالیٰ کے حضور ضرور بری الذمہ ہوگا۔ مگر بعض معاملات جو میرے سامنے آتے ہیں ان میں بدقسمتی سے اکثر دونوں طرف ہی تقویٰ کی کمی کے آثار ملتے ہیں۔ اگر تو یہ صورت حال ہو کہ جماعت کے تمام جھگڑوں میں ایک فریق کلیۃً پاک و صاف ہو، متقی ہو اور دوسرے فریق ہی کی وجہ سے ساری شرارت ہو پھر کم سے کم اتنی تسلی تو ہو جاتی ہے کہ ہم میں سے نصف اللہ تعالیٰ کے فضل سے بالکل ٹھیک اور پاک ہیں۔ لیکن اگر دوسری طرف بھی لالچ اور حرص و ہوا اور گندگی اور جھوٹ کی کچھ ملونی پائی جائے تو پھر تو ساری جماعت کے جھگڑے کرنے والوں کے اندر یہ بدبختی داخل سمجھی جائے گی۔ یہ درست ہے کہ ایسے جھگڑے کرنے والے نسبتاً بہت کم ہیں۔ یہ درست ہے کہ جتنے جھگڑے کرنے والے ہیں ان میں سے سامنے صرف وہی آتے ہیں جن میں اختلاف اس حد تک آگے بڑھ چکے ہوتے ہیں۔ لیکن جتنے آتے ہیں ان کے اندر یہ منظر ہمیں ضرور ملتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وراثت کے جھگڑے ہوں، اشتراک کے جھگڑے ہوں، یہ جتنے بھی جھگڑے ہیں ان میں جیسا کہ میں نے پچھلی آیت میں واضح کیا تھا آپ کے لئے دو ہی طریق ہیں یا تو عذاب شدید اپنے لئے حاصل کر لیں اور یا مغفرت اور رضوان کی طرف قدم اٹھائیں تیسری کوئی راہ قرآن کریم نے بیان نہیں کی۔ اگر آپ یہ سمجھیں کہ ان جھگڑوں کے نتیجہ میں آپ کو کچھ حاصل ہو جائے گا یا جھوٹ بولنے کے نتیجہ میں یا چرب زبانی کے نتیجہ میں کسی دوسرے کی جائیداد کا حق ایک فریق لے لے گا تو اس کے متعلق تو اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا (النساء:۱۱) وہ تو آگ کھاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایک چرب زبان شخص جھگڑے کو اس رنگ میں پیش کرتا ہے اور واقعات کی اس طرح تلبیس کر دیتا ہے کہ میں اس پیش کردہ صورت حال کے پیش نظر غاصب کے حق میں فیصلہ دے دیتا ہوں اور مظلوم کی چیز غاصب کو دلوا دیتا ہوں تو فرمایا وہ یہ نہ سمجھے کہ میرے فیصلہ کے نتیجہ میں اسے کوئی نعمت مل گئی ہے اس فیصلہ کے نتیجہ میں وہ آگ خریدتا ہے اور آگ کا ٹکڑا اپنے پیٹ کے لئے پال رہا ہے اس سے زیادہ اسے کچھ بھی نصیب نہیں ہوا۔

غرض امر واقعہ یہ ہے کہ قضا کا فیصلہ ہو یا ثالث کا فیصلہ ہو یہ بالکل ایک الگ چیز ہے۔ یہ طریقے تو نظام کے اندر آرڈر پیدا کرنے کے لئے ہیں تا کہ کسی طریق سے آخر جھگڑے نپٹیں اور سوسائٹی ہلکی پھلکی ہو کر آگے کی طرف بڑھنا شروع کرے لیکن ان فیصلوں کے باوجود یہ امر اپنی جگہ قائم رہتا ہے اور عذاب کو مستلزم ہوتا ہے کہ ان جھگڑوں کے دوران بعض فریق نے جھوٹ بولا، بعض نے ظلم سے کام لیا، بعض نے تعدی کی، بعض نے دست درازیاں کی ہیں اور اس کے نتیجہ میں سوسائٹی کو ایک دکھ پہنچا ہے۔ اور اگر ایسا کرنے والے اس چیز سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (الحدید:۲۱)

کہ آخرت میں ان کے لئے عذاب شدید ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اس آخرت سے مراد اس دنیا کا انجام بھی ہے۔ کیونکہ آخرت کے محاورہ سے یہ قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس دنیا میں انسان جس انجام کو پہنچا ہے اس کے لیے بھی آخرت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اسی دنیا میں بسنے والوں کے لئے بھی اٰخَرِيْنَ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور دوسری دنیا کے لئے آخرت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

پس یہ جو خرابیاں ہیں اگر ان کی اصلاح نہ کی جائے تو سارے معاشرہ کو عذاب میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ آپ قتل و غارت کی جو خبریں سنتے ہیں۔ بعض زندہ لوگوں کی آنکھیں نکال دی گئیں۔ جائیداد کے بعض جھگڑوں میں معصوم بچے ذبح کئے گئے اس لئے کہ وہ بڑے ہو کر جائیداد کا مطالبہ نہ کر سکیں اور پھر اس کے نتیجہ میں معاشرہ پر عاید ہونے والے دیگر مظالم اور انتقام در انتقام کی دیگر کارروائیوں کی وجہ سے بعض گھر کے گھر اجڑ گئے ہیں اور بڑے بڑے خاندان تباہ ہو گئے ہیں اور بعض علاقوں کے علاقے تباہ ہو چکے ہیں۔ ایک یہ عذاب شدید ہے جسے وہ دیکھتے ہیں۔

پھر اس قسم کی ناجائز کمائی کے ذریعہ روپیہ ہتھیانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کی زندگیاں چین میں نہیں کٹتیں نہ ان کے مقدر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطمینان لکھا جاتا ہے نہایت حسرت کی حالت میں ساری عمر کے جھگڑوں میں مبتلا ہو کر کوئی ہائی بلڈ پریشر میں مبتلا ہو کر اور کوئی کسی اور طریق سے آخر مر جاتا ہے۔ کچھ حاصل بھی کر لے تو اس کو چین نصیب نہیں ہوتا۔ اس کے گھروں میں بیماریاں پڑ جاتی ہیں۔ اور سو طریق پر اللہ تعالیٰ اس چین کو چھین لیتا ہے جسے وہ حاصل کرنے کے لیے جھوٹ میں مبتلا ہوتا ہے۔ کبر میں مبتلا ہوتا ہے۔ انانیت میں مبتلا ہوتا ہے۔ ہزار قسم کی بدیوں کے

نتیجہ میں وہ جھگڑے کرتا ہے اور آخر سب کچھ چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ بعض دفعہ ابھی فیصلے نہیں بھی ہوئے ہوتے تو اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوتا ہے اس وقت اسے پتہ چلتا ہے کہ میرا ہے ہی کچھ نہیں محض ایک تماشہ تھا۔ میں نے چند دن شور شار ڈالا ہے اور اب حسرتیں لئے، بیماریاں لئے، دکھ لئے اور ایک جھگڑا کرنے والی اولاد پیچھے چھوڑتے ہوئے جو برکتوں سے محروم ہو چکی ہے۔ جو نیکیوں کی لذتوں سے نا آشنا ہو چکی ہے دنیا کو چھوڑ رہا ہوں میں یہ جھگڑے اور ذلتیں اور یہ عذاب اپنی اولاد کو ورثہ میں دے کر اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ بھی اس کی زندگی کا ماحصل نہیں ہوتا اور اس کے بعد جو دوسری آخرت آنے والی ہے اس میں اور بھی شدید تر عذاب اس کے مقدر میں لکھا جاتا ہے۔

اس کے بدلہ بعض لوگ محض لِلّٰہ، اللہ کی رضا کی خاطر دکھ برداشت کر لیتے ہیں وہ کہتے ہیں جس طرح ہو جھگڑا نپٹاؤ، ختم کرو اس معاملہ کو اور رضائے باری تعالیٰ کی خاطر وہ یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ ان کے حقوق ہیں پھر بھی ان کو چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مغفرت ہے اور رضوان ہے۔ اس دنیا میں بھی انجام کار وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سلوک پائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے رستے دیکھیں گے۔ خدا ان کو رضا کے رستوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے گا اور آخرت میں رضا کی جنت سے بہتر اور کوئی جنت متصور ہی نہیں ہو سکتی۔ اگر آخرت میں مغفرت مل جائے اور رضوان مل جائے تو اس سے اچھا سودا اور کیا ہو سکتا ہے۔

مغفرت کا تعلق اصل میں انصاف سے ہے۔ مغفرت کہتے ہیں حق چھوڑنے کو۔ یعنی اس کی روح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا حق بندہ کے لئے چھوڑ دیتا ہے ورنہ گناہگار انسان تو خدا کی چھری کے نیچے آ چکا وہ جب چاہے چلے اس کو کوئی روک نہیں سکتا مگر وہ چھری رکی رہتی ہے۔ خدا اپنا حق نہیں دیتا۔ اس کا نام مغفرت ہے۔ تو جو لوگ بجائے اس کے کہ اپنا حق چھوڑیں وہ ظلم سے دوسرے کا حق لیتے ہیں وہ مغفرت کے نیچے کس طرح آ سکتے ہیں۔ جن کی چھری ناحق بھی دوسروں پر چلتی ہے۔ ظالم لوگ ناطاقت لوگوں پر غاصبانہ قبضہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہمیں ایک بہت عظیم الشان قوت حاصل ہو گئی۔ اس نے ہمارا کیا کر لیا۔ ہماری طاقت زیادہ ہے یہ کچھ بھی ہمارا بگاڑ نہیں سکا۔ وہ دنیا کی زندگی کے چند دن اس کی جائیداد کھاتے ہیں اور بظاہر مزے اڑا رہے ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اگر آپ ان کی زندگیوں پر نظر ڈالیں تو وہ مزے دنیا کی ظاہری آنکھ کے مزے ہیں۔ لیکن کرتے کیا ہیں۔ وہ اپنی

چھری لوگوں سے روکنے کی بجائے ناجائز ان کی گردنوں پر چھریاں پھیر رہے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے مغفرت کا سلوک ہو کیسے سکتا ہے؟ یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ تم اپنا حق تو نہ چھوڑو خدا کی خاطر اور لوگوں کے حق غصب کرو بے پرواہی کرتے ہوئے اپنے رب سے اور پھر توقع یہ رکھو کہ جو تم نے خدا کے حق مارے ہوئے ہیں جب خدا کے حضور حاضر ہو گے تو وہ اپنے حق تمہیں چھوڑ دے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم کا سارا نظام ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ یہ بات جھوٹی، یہ تصور جھوٹا ہے۔ دنیا میں جو رحم کرتا ہے اس پر رحم کیا جائے گا۔ جو خدا کی خاطر مغفرت کرتا ہے اس سے مغفرت کی جائے گی۔ جو بنی نوع انسان کے حقوق ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے حقوق ادا فرمائے گا۔ اپنی جنت بنانی یا بگاڑنی ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے۔ اس نظام کے بعد فضل کا دور شروع ہوتا ہے جو ان عارضی چیزوں کو بے انتہا وسعتیں عطا فرماتا ہے اور دنیا میں بھی لامتناہی کر دیتا ہے مگر اس سے پہلے نہیں پہلے انسان خود اپنے اعمال سے ان جنتوں کا حقدار بنتا ہے پھر اس کو بڑی وسعت کے ساتھ یہ جنتیں عطا ہوتی ہیں۔

پس یہ چیزیں جو ہمارے معاشرہ میں جڑ پکڑ رہی ہیں لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس طرف توجہ کریں۔ میں خوب کھول کر جماعت کے سامنے بیان کر دیتا ہوں کہ آپ کو نیک کاموں کی توفیق مل ہی نہیں سکتی جب تک ان مصیبتوں سے نجات نہ پائیں۔ قرآن کریم نے اس کا یہ نقشہ کھینچا ہے يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ وہ قوم جس کی گردن میں طوق پڑے ہوئے ہوں وہ ترقی کس طرح کر سکتی ہے، وہ آگے کس طرح بڑھ سکتی ہے۔ جن لوگوں نے بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں اور ان کی کمریں دہری ہو رہی ہوں وہ دنیا کو ساتھ لے کر کس طرح چلیں گے۔ آنحضرت ﷺ کا وجود ہلکا اور پاک تھا تب آپؐ نے دوسروں کے بوجھ اٹھائے ہیں، تب آپؐ ساری دنیا کے بوجھ اٹھانے کے لائق بنے۔ جب تک آپ اپنے وجودوں کو پاک اور ہلکا نہیں کرتے آپ کس طرح دنیا کے بوجھ اٹھا سکیں گے۔ اس وقت تو کیفیت یہ ہے کہ ہم اپنی جماعت کے بوجھ اٹھانے کے قابل بھی نہیں ہیں جب تک ہم یہ جھگڑے پوری طرح نپٹا نہیں لیتے۔ بڑے عظیم الشان کام ہمارے سامنے پڑے ہوئے ہیں اور بڑی تیزی کے ساتھ ہم نے سفر کرنے ہیں، آپ نے جھگڑوں کی یہ پنڈیں، یہ گٹھڑیاں ساتھ لئے تو نہیں پھرنا۔ اسلام کی ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو رہے ہوں اور تیز

رفتاری سے قدم اٹھانے کے دعوے ہوں اور گندگیوں کے ڈھیر اور جھگڑوں کی مصیبتوں (پنجابی میں کہتے ہیں پَنڈ یں یعنی گٹھڑیاں مگر پَنڈ میں جو لفظ کا مزہ ہے وہ گٹھڑی میں نہیں ہے بوجھ کے ساتھ لفظ پنڈ ہی دماغ میں آتا ہے۔) کا بوجھ ایک گٹھڑی بنا ہوا سر پر لدا ہوا ور انسان شاہراہ ترقی اسلام پر گامزن ہو یہ نہیں ہو سکتا کبھی گردنوں میں طوق لے کر بھی لوگوں نے دنیا کو مصیبتوں سے آزاد کروایا ہے آپ نے تو دنیا کو آزاد کروانا ہے۔ آپ نے قوموں کی رَستگاری کا موجب بننا ہے۔ آپ خود ان بندھنوں میں گرفتار ہوں تو کس طرح قوموں کو آزاد کروائیں گے اس لئے آپ یہ بھی جان لیں کہ اس کے نتیجہ میں جماعت کو جو نقصان پہنچتا ہے اسکا بوجھ بھی ان لوگوں پر پڑتا ہے یعنی دو طرح کے عذاب ان کے مقدر میں لکھے جاتے ہیں۔ ان کے جھگڑوں کے نتیجہ میں اگر ایک جماعت میں مثلاً سو کی جماعت ہے چار بھی جھگڑے والے پیدا ہو جائیں تو ساری جماعت برکتوں سے محروم ہو جاتی ہے۔ ایک اس فریق کی طرف ہو جاتا ہے دوسرا دوسرے فریق کی طرف ہو جاتا ہے۔ نیک کاموں سے محروم، نیک خیالات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ساری عمر اپنے جھگڑوں میں مبتلا، اپنے تصورات میں مبتلا کہ کس طرح فریق ثانی کو شکست دی جائے، گواہیاں اکٹھی کر رہے ہیں، سارا روپیہ، سارا وقت برباد کر رہے ہیں۔ ان کو خدمت دین کی توفیق کس طرح مل سکتی ہے۔ ان باتوں سے دماغ پاک ہو ہلکا پھلکا ہو خدمت دین اور جماعت کی ترقیات کی سکیمیں سوچے تو کوئی لطف بھی ہے۔ ہر وقت کا یہ جھگڑا سر پر سوار، مقدمہ بازیاں، مصیبتیں اور پھر فیصلے ہوتے ہیں تو عمل نہیں کرتے کہتے ہیں ایک ثالثی پر ایک اور ثالثی بٹھائی جائے، اس پر ایک اور بٹھائی جائے۔ دس دس فیصلوں کے بعد آخر یہ درخواست کرتے ہیں کہ خلیفۂ وقت کو کہا جائے کہ آپ ہمارا فیصلہ کریں یعنی خلیفۂ وقت کا کام ہی اور کوئی نہیں ہے سوائے اسکے کہ آپ کی مصیبتیں بھی وہ اپنے سر سہیڑ لے اور دین کے کاموں میں اپنے دماغ کو صَرف کرنے کی بجائے محض آپ کے جھگڑوں کے فیصلے نپٹانے میں غلطاں ہو جائے۔ اس کا کام یہ تو ہے کہ آپ کو پاک کرنے کی کوشش کرے، آپ کو ان جھگڑوں سے، آپ کے ذاتی تقویٰ کے معیار کو بلند کر کے آزاد کرانے کی کوشش کرے مگر یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ایک قاضی بن کر ہر وقت آپ کے جھگڑوں میں مبتلا رہے۔

بعض جگہ بے انتہا ضد نظر آتی ہے۔ بعض جگہ انانیت نظر آتی ہے کہ اگر ہم جھک گئے۔ ہم

نے دوسرے فریق کے سامنے حساب پیش کر دیئے تو گویا ہماری ناک کٹ گئی ہم ذلیل ہو گئے۔ تو اس کے لئے دو باتیں میرے سامنے ہیں اوّل تو تقویٰ سے کام لیتے ہوئے اپنے نفس پر غور کریں اور جہاں تک ممکن ہے اپنے موقف کی اصلاح کریں، اپنے مطالبات کو درست کریں اور کوشش کریں کہ مصالحت کے ذریعہ، افہام و تفہیم کے ذریعہ یہ سارے معاملات طے ہو جائیں۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا اور ہر فریق یہ سمجھتا ہے کہ دوسرے کی غلطی ہے۔ بعض دفعہ دیانتداری سے سمجھ رہا ہوتا ہے تو پھر سب سے آسان طریق یہ ہے کہ Irrevocable ثالثی اختیار کر لے یعنی نا قابل تنسیخ ثالثی مان لے جس کو عدالت بھی تسلیم کرتی ہے اور پھر اس کی تنفیذ کرواتی ہے۔ اگر دونوں فریق متقی ہیں اور ان کو خوف ہی کوئی نہیں اور ثالث مل کر بنانا ہے تو پھر بیچاری قضا کو کیوں مصیبت میں ڈالتے ہیں۔ عدالتوں میں کیوں ایک دوسرے کا روپیہ اور وقت برباد کرتے ہیں۔ ثالث بنائیں۔ دونوں فریق رضامند ہو جائیں کسی متقی آدمی پر یا اپنا اپنا ثالث چن لیں اور وہ کوئی تیسرا چن لے۔ اگر کوئی فریق اس طریق کو اختیار نہیں کرتا تو اکثر صورتوں میں اس کے اندر کوئی کمزوری ہوتی ہے وہ ڈرتا ہے کہ اگر میں نے ثالثی کو مان لیا تو واپسی کی راہ ختم ہو جائے گی اور پھر مجھے لازماً سر تسلیم خم کرنا پڑے گا اور میں جو لوٹ مار کرنا چاہتا ہوں اس سے محروم ہو جاؤں گا۔ لیکن اگر دلوں میں انصاف اور تقویٰ ہے تو سب سے اچھا طریق یہی ہے۔ چنانچہ حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا (النساء:۳۶) میں بھی یہی طریق سکھایا گیا ہے۔

غرض جھگڑے خواہ جائیدادوں کے ہوں یا خاندانوں کے ہوں بہترین طریق یہ ہے کہ ایک فریق اپنی طرف سے ایک حکم کو چن لے اور دوسرا فریق اپنی طرف سے ایک حکم کو چن لے۔ دونوں سر جوڑ کر کوشش کریں اگر وہ سمجھوتہ نہیں کر پاتے تو پھر ایک تیسرے کو چن لیں۔ اگر یہ نہیں تو پھر قضا میں آئیں۔ بے شک اپنی مصیبت کو بھی لمبا کریں مجبوری ہے ہم ان کو اس سے باز نہیں رکھ سکتے۔ قضا میں آئیں لیکن قضا کا کام ہے کہ جلد از جلد ان فیصلوں کو نپٹانے کی کوشش کرے۔ جو حقوق ہیں ان سے ان کو کوئی روک نہیں سکتا۔ عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے کے اسلام میں جو حقوق قائم ہیں، وہ بہر حال دیئے جائیں گے۔ لیکن یہ میں بتا دیتا ہوں کہ اگر فیصلوں کے بعد کسی فریق نے خواہ وہ کسی خاندان سے تعلق رکھتا ہو خواہ دنیا کے لحاظ سے کسی مقام کا انسان ہو۔ اپنے آپ کو جو مرضی سمجھتا ہو۔ اگر اس نے

بعد میں نظام سلسلہ سے تعاون نہیں کیا تو اس کو جماعت سے خارج کیا جائے گا ایسے وجود کو ہرگز جماعت میں برداشت نہیں کیا جائے گا۔اور جہاں تک انصاف کی چھری کا تعلق ہے وہ رحم سے عاری ہوا کرتی ہے اور اسی کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے۔ فیصلے کرتے وقت، مصالحتیں کرتے وقت رحم اور مغفرت اور تعلیمات کا کام ہے وہ جس حد تک کوشش کریں، کریں لیکن جب فیصلے صادر ہو جاتے ہیں تو اس وقت کسی قسم کے رحم کی اجازت نہیں دی جاتی۔ دین اللہ میں رأفت کو داخل ہونے کی مجال ہی کوئی نہیں یہ قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ پس وہ چھری پھر لازماً چلے گی اور وہ چھری جب چلائی جاتی ہے تو چلانے والے کو بھی کاٹتی ہے۔ یہ بھی میں آپ کو بتا دیتا ہوں مجھے جو ناحق دکھ آپ پہنچائیں گے اس کے بھی آپ ذمہ دار ہوں گے یعنی آپ پر چھری چلاؤں گا۔ میرا دل زخمی ہو رہا ہوگا۔ میں دکھ میں مبتلا ہو رہا ہوں گا۔ایک مصیبت پڑی ہوگی کہ انصاف کے تقاضے پورے کرنے ہیں۔ دکھ اٹھا کر بھی پورے کرنے ہیں۔تو ایسی صورت میں خواہ مخواہ ایک تیسرے شخص کو جس کی آپ نے بیعت کی ہوئی ہے اس کو بھی اپنے عذاب میں مبتلا کر رہے ہوں گے۔

پس استغفار کریں، تقویٰ سے کام لیں اور ان ساری مصیبتوں سے قوم کو نجات بخشیں۔آپ یہ بات یاد رکھیں جب تک ہلکے پھلکے قدموں کے ساتھ ہم آگے بڑھنے کے اہل نہیں ہوتے ترقیات ہمیں نصیب نہیں ہوسکتیں۔

پھر بعض گھریلو جھگڑے ہیں جنہیں دیکھ کر بہت تکلیف ہوتی ہے۔ بعض مرد اپنی عورتوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ گندی زبان استعمال کرتے ہیں۔اپنی بیویوں پر بدظنی کرتے ہیں اور ان پر بے ہودہ اور ناپاک الزام لگاتے ہیں اور اس میں کوئی شرم اور حیا محسوس نہیں کرتے اور کوئی خوف نہیں کھاتے کہ وہ اپنے معاشرہ کو کس طرح دکھ پہنچا رہے ہیں۔ وہ اپنی بیویوں کے حقوق پر حقوق مارتے چلے جاتے ہیں۔ پھر جب چاہتے ہیں ردی کپڑے کی طرح ان کو اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں۔ وہ بچے پالتی ہیں۔ وہ سلائیاں کرتی ہیں اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوتی ہیں۔ایسے مردوں میں انسانیت کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ انہوں نے کس آرام سے اپنے بوجھ عورت پر ڈالے اور اس کو تسکین کا ذریعہ بنایا اور جب ذمہ داریاں پیدا ہوگئیں تو ساری ذمہ داریاں بھی اس پر ڈال دیں۔نو مہینے اس نے مصیبت سے اپنا خون دے کر، اپنی ہڈیاں دے کر، اپنا دماغ دے کر، اپنی

ساری طاقتیں دے کر مرد کے بچہ کی پرورش کی ہے اور جب وہ وجود میں آجاتا ہے، جب اس کی ذمہ داریاں بڑھنی شروع ہو جاتی ہیں تو ایک آرام طلب مرد، آرام کی راہوں پر چلنے والا بڑے آرام سے اس کو کہتا ہے بہت اچھا اب میرا تمہارا گزارا مشکل ہے جاؤ بھاگ جاؤ گھر سے نکل جاؤ۔ بہت بھاری تعداد میں معاشرہ اس دکھ میں مبتلا ہے۔

اس کے برعکس بعض عورتیں ہیں جن کی زبانیں دراز ہوتی ہیں۔ جو گندی تربیت لے کر آئی ہوتی ہیں۔ اولاد کو نیکیوں سے محروم کرنے والی، ان کی بری باتوں کی پردہ پوشی کرنے والی نیکیوں سے باز رکھنے والی ہیں۔ نہ خود نماز پڑھتی ہیں نہ نماز کی تعلیم دیتی ہیں۔ نہ پاکی ناپاکی کا خیال رکھتی ہیں۔ خاوند کی کوئی مدد نہیں کرتیں بلکہ اس کو نیکیوں سے محروم کر کے اس پر بوجھ بن جاتی ہیں اور خاوند ان کو گھسیٹے پھرتے ہیں۔ بعض ان کو گلے سے اتار بھی دیتے ہیں بعض نہیں اتارتے اور ان کی اولادیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

پس معاشرہ کے یہ سارے دکھ ہیں جن سے ہم نے آزاد ہونا ہے۔ اور ایسے بہت سے دکھ خود ماؤں کی کوکھ میں جنم لے رہے ہوتے ہیں۔ یعنی اگر ایک مرد آپ دیکھیں جو سفاک ہے، جو سخت دل ہے، جو عورت پر زیادتی کرتا ہے، باز نہیں آتا بد کلامی سے کام لیتا ہے، بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا تو آپ کو اس کے پس منظر میں ایک بچہ نظر آجانا چاہئے جس کی ماں اسے بگاڑ رہی ہوتی ہے۔ اس کی بہنوں کے مقابل پر اس بچہ کو معبود بنا رہی ہوتی ہے بیٹے کی پرورش ناز و نعمت سے ہو رہی ہوتی ہے بیٹی کو خود ایسی ماں نظر انداز کر رہی ہوتی ہے۔ چنانچہ بچپن میں وہ اپنے بیٹے کے دل میں سفا کی کے بیج ڈال رہی ہوتی ہے۔ ناجائز طریق پر اسکی پردہ پوشی کر رہی ہوتی ہے۔ اس کو سانڈ بنا دیتی ہے۔ وہ محلّہ کے بچوں پر ظلم کر رہا ہوتا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتی۔ جب ہمسائی عورتیں شکایت کرتی ہیں تو کہتی ہے جہنم میں جاؤ میرا بچہ تو اسی طرح کرے گا اور میرا بچہ تو بالکل ٹھیک ہے وہ غلطی نہیں کر سکتا۔ غرض وہی دکھ ایک لعنت بن کر واپس عورت پر پڑتا ہے جو ماں کی کوکھ سے جنم لے رہا ہوتا ہے اور ایسے بچے جب جوان ہوتے ہیں تو سارے معاشرہ کو عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ معاشرہ کے لئے ایک مصیبت بن جاتے ہیں۔ عورتوں پر ظلم کرتے ہیں۔ بچیوں پر ظلم کرتے ہیں۔ بہنوں پر پھر ان ماؤں پر ظلم کرتے ہیں جنہوں نے ان کو بچپن میں ظلم کی تعلیم دی ہوتی ہے۔

پس معاشرہ کی اصلاح کے لئے بڑی محنت کرنی پڑے گی اسے لئے میں جماعت سے یہ کہتا ہوں کہ ان برائیوں کو جڑوں سے نکال دیں۔ محض ایک انسپکٹر کا کہیں چلے جانا اور مصافحے کروا دینا یا بغل گیریاں کروا دینا کافی نہیں ہے۔ یہ تو بہت ہی بیوقوفوں والا علاج ہے۔ اگر اسی پر بس کر دی جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب سب لڑائیاں ختم ہوگئیں۔ ہر چند یہ بھی ضروری ہے۔ اس سے انکار نہیں۔ یہ بیوقوفوں والا طریق تب بنتا ہے اگر بس اسی ظاہری علامت پر ہم راضی ہو جائیں۔ ہمیں تو ان مسائل کی گہرائی تک اترنا پڑے گا۔ جڑوں سے اس کینسر کو نکالنا پڑے گا جو فساد اور اختلاف کا موجب بنا ہوا ہے۔ اس لئے جماعت کے جتنے بھی ادارے ہیں، جتنے بھی مربیان ہیں وہ اس طرف توجہ کریں۔ ماں باپ، عورتیں کیا، مرد کیا، بڑے کیا، چھوٹے کیا سب ایک جہاد شروع کر دیں اس بات کے خلاف کہ معاشرہ سے ہم حرص و ہوا اور لہو ولعب کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی بیماریاں بھی دور کر دیں گے اور تفاخر اور زینت اور تکاثر کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی یہ ساری بیماریاں بھی دور کر دیں گے اور اس ضمن میں حضرت محمد مصطفی ﷺ کے کردار کی پیروی کریں گے محض نصیحت کے ذریعہ نہیں بلکہ ان کا دکھ محسوس کرتے ہوئے، ان کے بوجھ بانٹتے ہوئے خود اپنی جان کو مشقت میں ڈال کر ان کے لئے دعائیں کرتے ہوئے، اگر اس طرح آپ بدیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں گے تو انشاء اللہ ضرور دور ہوں گی ورنہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۱ رنومبر ۱۹۸۲ء)